

# اشاعت السنۃ النبویہ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

معہ ۱۵۶ نمبر

نمبر چارم و پچھون و ششم  
ضمیمہ متضمن مسائل مذهب ہندوین اہل السنۃ

CHECKED  
Date.....

## قیمت رسالہ و ضمیمہ

یہ رسالہ عموماً سالانہ قیمت پر دیا جاتا ہے۔ خاص (روساء) اور  
موسیوم غایت فراتے ہیں بعض اشخاص کی جنکی آمدنی چالیس روپیہ یا ہوا  
سے کم روپیہ لگے جاتے ہیں۔ جنکی آمدنی اس روپیہ سے زیادہ نہیں  
روپیہ یا ہوا کی آمدنی نہیں رکھتے پر علمی بضاعت رکھتے ہیں اور اس  
ہیں ان کو بلا قیمت دیا جاتا ہے ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ نکلتا ہے  
تین روپیہ ہے خاص چھ روپیہ۔ رعایتی عیسوی۔ اولی ۱۲

ابو سعید محمد حسین۔ مہتمم رسالہ اشاعت السنۃ

## اشاعت السنۃ کی غیر حاضری پر عذر آوری

رسالہ نمبر ۳ جلد ۹ کے بعد جو اب جولائی میں شائع ہوا  
تھا دسمبر سے پہلے اس سالہ اور اس کے ضمیمہ کا کوئی  
پرچہ شائع نہیں ہو سکا جسکی وجہ یہ ہے کہ خاکسار (ایڈیٹر)  
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو متبرک بھارتی قومی خدمات و ضروریات میں  
ایسا مصروف رہا کہ مضمون رسالہ کا ایک ورق نہیں لکھ سکا۔  
اسی شامیرین کا سفر پیش آگیا۔ اس سفر میں اکثر روزانہ  
گشت رہتا تھا تمام ایام کو  
ہفتہ خالی نہ گذرنا تھا کہ  
گوشت و روغن کا استعمال  
الغالباً قریباً تمام  
ضروریات کے متعلق  
رسالہ کی مضمون نویسی



درجہ سہم کو اور  
بھی تجربہ ہو گیا  
جو صاحب ہمارے  
تجربہ و بیان کو  
صحیح سمجھتے ہیں  
کشتہ کا جلد ملتا  
کریں یہ موسم یا  
اس کی استعمال  
کے لئے عمدہ ہے  
نہی۔ نالک  
مولوی عبد الرحمن  
صاحب شاہ پور  
ضلع مظفرنگر  
قیمت فی شاخ  
یہ اعلام صرف ہوا  
خیر خواہی اہل  
اسلام کی نظر سے لی  
ہو رہی اور سنجیدہ  
چاہا کہ جیسا اس  
کشتہ سے جہت لگم  
اٹھایا ہے اور  
مسلمان بھائی  
ہیں کہ شہرہ آفاق  
لیکروچ رسالہ





کہ زمانہ حال کے اہل حدیث ان اہل حدیث میں داخل نہیں جنکا اہل حدیث ہونا ہمارے نزدیک مسلم ہے اور ہماری کتب مذہبی میں انکو اہل حدیث کہا گیا ہے۔ مگر یہ غدار ہمارے دعویٰ اور اسکو دلائل کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس میں اہل حدیث زمانہ حال سے خاص کر بحث و تعرض نہیں ہوا۔  
 وچند اس عذر کا جواب ہمارے پہلے مضمون "اہل حدیث قدیم ہیں یا جدید" نمبر ۱۱ (جلد ۸) ادا ہو چکا ہے علاوہ برآں ایک جواب اسکا ہم اور دینا چاہتے ہیں جسکو آئندہ "اشیو" میں شائع کریں گے وہ جواب انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہوگا کہ اس میں ہمارے بہائیوں کو سر ہو مقال کی مجال نہ ہوگی۔

اس مضمون حال سے پہلے بات تو ثابت ہو گئی کہ اہل اسلام میں کوئی فرقہ اہل حدیث ہی کہلا چکا ہے جسکو مقلدین مذاہب مشہورہ خصوصاً حنفیہ نے اپنا اور دیگر اہل مذاہب اربعہ کے مقابلہ میں اہل حدیث کو خطاب سے یاد کیا ہے۔ اور یہ خطاب کسی دوسرے فرقہ کے حق میں (اس میں اہل حدیث زمانہ حال داخل ہوں خواہ خارج) استعمال کرنا انکی دل آزر دگی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ وہو المدعا۔

### سہ ماہی چشم آریہ

یہ کتاب لا جواب مولف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی تصنیف ہے جو بغرض تحریر ریویو مصنف عالی مہبت نے ہماری پاس بھجوائی ہے اس میں جناب مصنف کا ایک ممبر اریہ سماج سے مباحثہ شائع ہوا ہے جو معجزہ شق القمر اور تعلیم دید پر بمقام ہوسٹیا رپور ہو اہتا۔ اس مباحثہ میں جناب مصنف نے تاریخی واقعات اور عقلی وجوہات سے معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اریہ سماج کی کتاب (وید) اور اسکی تعلیمات و عقاید (تاسخ و غیرہ) کا کافی دلائل سے ابطال کیا ہے۔ ہم بجای تحریر ریویو اس کتاب کے بعض مطالب نقل اصل عبارت یہ طریقہ کرتے ہیں۔ وہ مطالب حکیم "مشک انت" کہ خود ہو پیکہ عطار بگوئے خود شہادت دینگے



کہ وہ کتاب کیسی ہے اور ہمارے ریویو لکھنے کی حاجت باقی نہ رہی ہوگی۔  
مصنف باخبر نے مباحثہ کو پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے اس مقدمہ میں لفظی ۱۳۱ کتاب  
فرمایا۔ سمجھا جاوے کہ جو لوگ شق القمر کے معجزہ پر حملہ کرتے ہیں انکے پاس صرف یہی ایک تہیاء  
ہے اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا کہ شق القمر قوانین قدرت کے برخلاف ہے اس لیے مناسب معلوم  
ہوا کہ اول ہم انکے قانون قدرت کی کچھ تفتیش کر کے پھر وہ تاریخ ثبوت پیش کریں جو  
اس مقدمہ کی صحت پر دلالت کرتے ہیں سو جانا چاہیے کہ نیچر کے ماننے والے یعنی قانون قدرت  
کے پیرو کہلانے والے اس خیال پر زور دیتے ہیں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ جہاں تک شان اپنی  
عقلی قوتوں سے جان سکتا ہے وہ بجز قدرت اور قانون قدرت کے کچھ نہیں دیکھ سکتا۔  
و موجودات مشہودہ موجودہ پر نظر کرنے سے چاروں طرف یہی نظر آتا ہے کہ ہر ایک چیز مادی  
یا غیر مادی جو ہم میں اور ہمارے ارد گرد یا فوق و تحت میں موجود ہے وہ اپنے وجود اور قیام  
اور ترتیب آثار میں ایک سلسلہ انتظام سے وابستہ ہے جو ہمیشہ اسکی ذات میں پایا جاتا  
ہے اور کہیں اس سے جدا نہیں ہوتا۔ قدرت جس طرح پر جبکا ہونا بنا دیا بغیر خطا کے اسی  
طرح ہوتا ہے اور سپر حیرت انگیز گاہیں وہی ہے اور اصول ہی وہی ہے مین جو اس کے  
مطابق ہیں۔ مین کہتا ہوں کہ بلاشبہ یہ سب سچ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ قدرت  
آپنی کے طریقے اور اس کے قانون اسی حد تک ہیں جو ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں آچکے  
ہیں اس کو زیادہ نہیں۔ جس حالت میں انہی قدر قوتوں کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری  
سلسلہ ہے جو اسی سے نظام کارخانہ الوہیت وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے  
لیے دروازہ کھلا ہوا ہے تو پھر کس قدر غلطی کی بات ہے کہ ہم یہ ناکارہ محبت پیش کریں کہ  
جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت ہی باہر ہے بلکہ جس حالت  
میں ہم اپنے مومنہ کو اقرار کر چکے ہیں کہ قوانین قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہیں تو پھر ہمارا  
یہ اصول ہونا چاہیے کہ ہر ایک نئی بات جو ظہور میں آوے پہلے ہی اپنے عقل سے بالاتر ہوگی۔



اسکو روک کر یہ بلکہ خوب متوجہ ہو کر اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت کی فہرست میں اسکو بھی داخل کر لیں اور اگر وہ ثابت نہ ہو تو صرف اتنا کہہ دیں کہ ثابت نہیں مگر اس بات کے کہہنے کے ہم ہرگز مجاز نہیں ہونگے کہ وہ امر قانون قدرت سے باہر ہے۔ بلکہ قانون قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کے لیے ہماری لگو پر ضرور ہے کہ ہم ایک دائرہ کی طرح خدا تعالیٰ کے تمام قوانین انسانی و ابدی پر محیط ہو جائیں اور بخوبی ہمارا فکر اس بات پر احاطہ تمام کرے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ذرا اول سے آخر تک کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا قدرتیں ظاہر کرے گا۔ کیا وہ جدید و جدید قدرتوں کے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کوہلو کے پیل کی طرح انہیں چند قدرتوں میں مقید اور محدود رہیگا جنکو ہم دیکھ چکے ہیں اور جنہیں ہمارا بخوبی احاطہ ہے اور انہیں میں مقید اور محدود رہیگا تو باوجود اس کے غیر محدود الوہیت و قدرت اور طاقت کو یہ مقید اور محدود رہنا کس وجہ سے ہوگا کیا وہ آپ ہی وسیع قدرتوں کے دکھلانے سے عاجز آئیگا یا کسی دوسرے قاصر نے اسے جبر کیا ہوگا یا اس کی خدائی کو انہیں چند قسم کی قدرتوں سے قوت پہنچتی ہے اور دوسری قدرتوں کے ظاہر کرنے سے اس پر زوال آتا ہے۔ بہر حال اگر ہم خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنوں اور دیوانگی ہے کہ اسکی قدرتوں پر احاطہ کرنے کی امید کریں کیونکہ اگر وہ ہمارے مشاہدہ کے پیمانہ میں محدود ہو سکیں تو پھر غیر محدود اور غیر متناہی کیونکر ہیں اور اس صورت میں نہ صرف یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا فانی اور ناقص تجربہ خدا انسانی و ابدی کی تمام قدرتوں کا حدست کرے تو والا ہوگا بلکہ ایک بڑا بیماری نقص یہ بھی کہ اسکی قدرتوں کے محدود ہونے سے وہ خود بھی محدود ہو جائیگا اور پھر یہ کہنا چڑیگا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ حقیقت اور کائنات ہے ہم نے سب معلوم کر لی ہے اور اس کے گہرا اور رتہ تک ہم پہنچ گئے ہیں اور اس کلمہ میں جھگڑا کر رہے ادبی اور بے ایمانی پھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے حاجت بیان نہیں سو ایک محدود زمانہ کے محدود و تجارت کو پورا پورا



قانون قدرت خیال کر لینا اور اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کو نئے  
 اسرار کہنے سے ناامید ہو جانا ان بہت نظروں کا نتیجہ ہے جنہوں نے خدا کے ذوالجلال کو  
 جیسا کہ چاہیے شناخت نہیں کیا اور جو اپنی فطرت میں نہایت منقبض واقعہ ہو سکے ہیں  
 یا شک کہ ایک کنوین کی میٹڈک ہو کر یہ خیال کر رہے ہیں کہ گویا ایک سمندر نامید اکسار  
 پر انکو عبور ہو گیا ہے تمام خوشیاں عارفوں کی اور تمام جہتیں غم زدوں کی اس میں ہیں  
 کہ خدا تعالیٰ قدرتوں کا کن رہ لائڈ رک ہر مین یہ نہیں کہتا کہ بے تحقیق اور بے ثبوت عقلی  
 یا آزمائشی یا تاریخی کسی نئی بات کو مان لو کیونکہ اس عادت سے بہت سہو طلب یا پس کا  
 ذخیرہ اکٹھا ہو جائے گا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ خدا نے ذوالجلال کی تعظیم کر کے اس کے لئے  
 کاسون کی نسبت (جو ہماری محدود نظروں میں نئے دکھائی دیتے ہیں) بیجا صند بہت  
 کر دیکھو جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں خدا تعالیٰ کی عجائب قدرتوں اور فائق حکمتوں اور  
 پیچ و پچ اسراروں کے ابھی تک انسان نے بجلی حد سبب نہیں کی اور نہ آگے کو اسکی  
 لیاوت و طاقت ایسی نظر آتی ہے کہ اس مالک الملک کے برابر اور ارہیدون کی ایک  
 چوٹ سے رقبہ زمین کی طرح پیمائش کر سکے یا کسی ایک چیز کے جمیع خواص پر احاطہ  
 کر نیکادہ مار سکے مجھے ان صاحب وطن لوگوں کے آگے منطقی دلائل کی حاجت نہیں  
 جو اپنے اوس پیارے ملک سے دلی محبت رکھتے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خود کو وہی بھی  
 سچی محبت یہ طریق ادب سکھاوے گی کہ ذات جامع الکمالات حضرت احدیت کے  
 علم کے ساتھ اپنے محدود علم کو برابر جانتا اور اسکی ازلی ابدی قدرتوں کو اپنے مشاہدات  
 یا معلومات سے زیادہ نہ سمجھنا بہت برا اور نالائق خیال ہے جو ادب و تعظیم اور عجب  
 اور عبودیت کی حقیقت سے نہایت دور پڑا ہوا ہے لیکن میں ان شک فلسفیوں کو جو  
 عشق الہی اور اسکی بزرگ ذات کی قدر شناسی سے غافل ہیں جہاں شک ہے طاقت عقلی  
 دی گئی ہے بدلائل شافیہ راہ راست کی طرف پہرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں



کہ انکی روحانی زندگی بہت ہی کمزور ہو گئی ہے اور انکی سچا آزادی اور صنف ایمانی بہت ہی  
 برا اثر انکے ارادے باطنی اور انکی دینی اولوالعزمی اور انکی اندرون حالت پر ڈالا ہے  
 اور عجیب طور پر انہوں نے صلت کو صداقت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ پھر ان فلسفیوں  
 کی فہمائش کے لیے صفحہ ۴۵ فرمایا ہے۔ کہ قانون قدرت کوئی ایسی شے نہیں ہے  
 کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے کیونکہ قانون قدرت خدا تعالیٰ کے ان  
 افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے یا آئندہ آئینگے لیکن چونکہ ابھی خدا  
 تعالیٰ نے اپنی قدرتوں کے دکھانے سے تنہا نہیں کیا ہے اور نہ یہ کہ اب قدرت  
 نمائی سے بے زور ہو گیا ہے یا کسی طرف کو گھٹک گیا ہے یا کسی خارجی قارسے  
 مجبور کیا گیا ہے اور مجبوراً آئندہ کے عجائب کاموں سے دستکش ہو گیا ہے اور ہمارے  
 لیے وہی چند صدیوں کی کارگزاری یا اس سے کچھ زیادہ سمجھ لو چھوڑ گیا ہے اس لیے سارے  
 عقلمند اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اسپین ہے کہ ہم چند موجودہ مشہور  
 قدرتوں کو جن میں ابھی صدیوں کا اجمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت خیال نہ کر  
 بیٹھیں اور اسپر نادان لوگوں کی طرح ضد کریں کہ ہمارے مشاہدات سے خدا تعالیٰ  
 کا فعل ہرگز متجاوز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعویٰ ہے جو ہرگز ثابت نہیں کیا  
 گیا اور نہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ سمجھنا کہ مذہب نیچر کا نقیض نہیں ہے مگر یہ آپ  
 کیونکہ ہم سے تسلیم کرتے ہیں کہ سب خواص نیچر پر انسان محیط ہو چکا ہے کیا اور سپر کوئی  
 دلیل ہی ہے یا نہ حکم ہی سے موہ نہ بند کرنا چاہتے ہیں یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر تجارب  
 و مشاہدات جو آج تک قلمبند ہو چکے ہیں صحیح اور کامل ہوتے تو علوم جدیدہ کو قدم رکھتے  
 کی جگہ نہ رہتی حالانکہ اب لوگ بھی کہا کرتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے  
 کھلا ہے مین سوچ میں ہوں کہ کیونکہ ایسی چیزیں کامل اور قطعی طور پر مقیاس الصدائے  
 بائیزان الحق ٹھہر سکتی ہیں جنکے اپنے ہی طور پر انکشاف میں ابھی بہت سی منازل



باقی ہیں اور اس پرچہ درپہچ معنائے یان تک حکما کو خیران اور سرگردان کر رہا ہے کہ بعض ان  
 میں سے حقائق ہشیار کے منکر ہی ہو گئے (منکرین حقائق کا وہی گروہ ہے جسکو سوسٹاک  
 کہتے ہیں) اور بعض ان میں سے یہی کہہ گئے کہ اگرچہ خواص ہشیار ثابت ہیں تاہم  
 وہ ایسی طور پر ان کا ثبوت نہیں پایا جاتا یا ان کے کو بھادیتا ہے مگر ممکن ہے کہ کسی رضی  
 یا سماوی تاثیر سے کوئی چشمہ یا نیک اس خاصیت سے باہر آجاوے گا لکڑی کو جلا دینی ہے  
 مگر ممکن ہے کہ ایک آگ بعض موجبات اندرونی یا بیرونی سے اس خاصیت کو ظاہر نہ کر سکے  
 کیونکہ ایسی عجائب باتیں ہمیشہ ظہور میں آتی رہتی ہیں حکما کا یہی قول ہے کہ بعض تاثیرات  
 ارضی یا سماوی ہزاروں بلکہ لاکھوں برسوں کے بعد ظہور میں آتی ہیں جو ناوقف  
 اور بے خبر لوگوں کو بطور خارق عادت معلوم دیتی ہیں اور کہی کہی کسی کسی زمانہ میں  
 ایسا کچھ ہو رہتا ہے کہ کچھ عجائبات آسمان میں یا زمین میں ظاہر ہوتے ہیں جو بڑے بڑے  
 فیلسوفوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں اور ہر فلسفی لوگ ان کے قطعی ثبوت اور مشاہدہ سے  
 خیرادر متقدم ہو کر کچھ نہ کچھ تحفیات کر کے طبعی ماہیت میں انکو گھسیڑ دیتے ہیں تا ان کے  
 قانون قدرت میں کچھ فرق نہ آجائے ایسا ہی یہ لوگ ادھر کی اودھر لگا کر اور نئی باتوں  
 کو کسی علمی قاعدہ میں جبراً وہاں گنڈا رہ کر لیتے ہیں جب تک پرچار مچھلی نہیں دیکھی گئی  
 تھی تب تک کوئی فلسفی اسکا قائل نہ تھا اور جب تک متواتر دم کے کھنکے سے دم کٹے  
 کتے پیدا نہ ہونے لگے تب تک اس خاصیت کا کوئی فلاسفر اقراری نہ ہوا اور جب تک بعض  
 زمینوں میں کسی سخت زلزلہ کی وجہ سے کوئی ایسی لگ نہ نکلی کہ پتھروں کو بگھلا دیتی تھی مگر  
 لکڑی کو جلا نہیں سکتی تھی تب تک فلسفی لوگ ایسی خاصیت کا آگ میں ہونا خلافت  
 قانون قدرت سمجھتے رہے جب تک اسپرٹ کا آلہ نہیں نکلا تھا کس فلسفی کو  
 معلوم تھا کہ عمل ٹرینیشن فنکشن آف بلڈ یعنی ایک انسان کا خون دوسرے انسان  
 میں داخل کرنا قانون قدرت میں داخل ہے پہلا اسفل سفر کا نام لینا چاہیے جو ایک لکڑی



مشین یعنی بجلی کی کل نکلنے سے پہلے اس بجلی لگانے کے عمل کا قائل تھا۔

فلسفی را چشم حق بین سخت نایاب بود۔ گرمہ بیکن باشد و یا بونالی سینا بود۔

یہ ثابت ہو چکا اور ہمیشہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو لوگ خواہ مخواہ قانون قدرت کے پابند کہلاتے ہیں وہ اپنی رائے میں بہت کچر بھرتے ہیں اگر دس بیس معتبر اور بخت عقلمند اور انکے ہم رتبہ آدمی کوئی عجیب بات مہنتی کے طور پر ہی بیان کر دیں مثلاً یہ کہ میں کہہ رہا ہوں کہ ہم ایک پر دار آدمی کو بچشم خود دیکھ کر آئے ہیں یا ایک پتھر میں سے شہد مترشح ہوتا ہے یا ہم نے دیکھا کہ کیا بلکہ کہا ہے یا آسمان سے ہم نے پھول برستے دیکھے اور پھولوں میں سے سونا نکلا یا شاید کوئی واقعہ صحیحہ ہی پیش آوے جیسے آجکل کے بعض اخباروں میں شائع کیا گیا ہے کہ یورپ کے ایک ملک میں ایک پتھر میں من و زنی برسا جس میں بڑیاں ہی ملی ہوئی ہیں شاید ان کی بڑیاں میں جو چاند کے کرہ میں رہنے والے ہیں تو نے الفور ایک فلاسفر صاحب کے دل میں ایک دھڑکا سا شروع ہو جائیگا تو یہ دھڑکا اور اضطراب اس کم بخت کا اس کے نقصان عقل اور خضم پر صریح شہادت دیتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر سرسبز یا یہ اسکا ظن ہے کیونکہ کسی قطعی ثبوت میں انسان کہی تردد نہیں کر سکتا مثلاً اگر کسی زندہ آدمی کو دس بیس آدمی ملکر یہ کہیں کہ تو زندہ نہیں بلکہ مرا ہوا ہے۔ تو اس قدر کیا وہ دس ہزار آدمی کی شہادت سچی اپنی زندگی سے شک میں نہیں پڑے گا بلکہ بے شمار شخص خاص کا جمع ہی اپنے حلفی گواہوں سے اسکو اضطراب میں نہیں ڈالے گا کیونکہ اسکو اپنی زندگی پر پورا پورا یقین ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ فلسفہ میں جو واقعی دانائے ہیں وہ تجارب فلسفہ پر بہت ہی کم یقین رکھتے ہیں کیونکہ انکے معلومات وسیم ہیں اور انکو اپنے فلسفہ کی اندرونی حقیقت معلوم ہے۔

علامہ شارح قانون جو طیب حاذق اور بڑا بہاری فلسفی ہے ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جو یونانیوں میں بہت قصہ بہت مشہور ہیں جو بعض عورتوں کو اپنی دقتیں



عقیدہ اور صالحہ نہیں بغیر صحبت مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی سے پہلے علامہ موضوعت بطور  
 رائے کے لکھتا ہے کہ یہ قصبہ افترار پر محمول نہیں ہو سکتے کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف  
 افراد اور مہندب قوموں میں ایسے دعاوی ہرگز نہ رونہ نہیں پاسکتے ہیں اور نہ عورتوں  
 کو جراثیم ہو سکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونے کی حالت میں اپنے حمل کی ایسی وجہ پیش کریں جس  
 سے اور بھی مہنتی کر سکیں اور ہمیں سببات سے پرہیز کرنا چاہیے کہ خواہ مخواہ ایسی تمام  
 عورتوں پر لانا کا الزام لگائیں جو مختلف ملکوں اور قوموں اور زمانوں میں ستور الحال  
 گزر چکی ہیں کیونکہ طبی قواعد کے رو سے ایسا ہونا ممکن ہے وجہ یہ کہ بعض عورتیں جو  
 بہت ہی نا اور الوجود ہیں باعث غلبہ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ انکی ہنی دونوں  
 قوت فاعلی والفعالی رکھتے ہو اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے جنبت میں اگر خود بخود  
 حمل ٹھہرنا موجب ہو جائے تو میں کہتا ہوں کہ ایسے قصہ ہندوؤں میں ہی مشہور ہیں  
 سورج منی اور چند منی خاندان کے انہیں قصوں پر بنیاد پائی جاتی ہے۔

غرض یہ خیال ہندوؤں میں ہی پرانا چلا آتا ہے یہاں تک کہ رک وید میں  
 لکھا ہے کہ ایک نیک بخت رشی کی لڑکی کو فقط اندر دوتا کی ہی توجہ سے حمل ہو گیا تھا  
 اور ایسا ہی شمس و قمر سے ہی شرف آریہ کی پاک دامن لڑکیوں کو حمل ہوتا رہا ہے اب  
 ان قصوں اور کہانیوں کو جو بکثرت مختلف قوموں میں پائی جاتی ہیں یک مرتبہ رد  
 اور باطل سمجھنا یہ اعتبار سے ساقط کر دینا چکیا نہ طریق نہیں ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر ان  
 قصوں کو انکے زواید سے الگ کر کے دیکھا جائے تو انکے نیچے وہی ایک دقیق خاص  
 علم طبعی کا چہا ہوا نظر آتا ہے جسکی طرف علامہ نے اشارہ کیا ہے اور سببات پر چند  
 نہیں کرنی چاہیے کہ اگر یہ بات کچھ حقیقت رکھتی ہے تو پھر عام طور پر کیوں وقوع میں  
 نہیں آتی کیونکہ اول تو یہ سوانح ایسے نا اور الوقوع نہیں ہیں جیسے آجکل کے نئے فلسفی  
 انکو خیال کر رہے ہیں بلکہ مختلف قوموں میں اس کے آثار سلسلہ وار چلے آئے



ہیں اگرچہ عبرانیوں میں تو صرف حضرت مسیح اس طرز کی پیدائش میں بیان کیے گئے ہیں لیکن یونانیوں اور آرمینیوں کی کتابوں میں اس کی نظیریں بہت پائی جاتی ہیں۔ اور حال کے زمانہ اور اس کے قریب قریب ہی بعض ممالک کی عورتیں حملدار ہو کر اب کچھ بیان کرتی رہی ہیں اب ان سب قصوں کی نسبت گو کسی شکر کی کیسی ہی رائے ہو مگر صرف ان کے نادر الوقوع ہونے کی وجہ سے وہ سب وہ نہیں کیے جاسکتے اور ان کے ابطال پر کسی دلیل فلسفی قائم نہیں ہو سکتی بلکہ اکثر یونانی فلسفی (آسمانوں کے مانتے والے) اور انہیں یونان سے افلاطون اور ارسطو ہی اس بات پر متفق ہیں کہ حادث چیزوں کی مبادی آسمانوں کی حرکتیں اور ان کے مختلف دورے ہیں۔ اسی جہت سے علمی اور فنی چیزوں کی حکم اور حال مختلف ہوتے ہیں اور اسی بنا پر ان کے مذہب کے رو سے ممکن ہے کہ ایک دور میں ایسی عجائب چیزیں یا عجائب شکلوں کے جانور پیدا ہوں کہ نہ تو دورہ سابق میں اور نہ دور لاحق میں انکی نظیر پائی جائے غرض ناظر الظہور اشیا کا سلسلہ اس وضع عالم کو لازمی ٹپا ہوا ہے۔ اور علامہ موصوف نے اس مقام میں ایک تقریر بہت ہی عمدہ کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ سب انسان ایک نوع میں ہونے کی وجہ سے باہم مناسب الطبع واقع ہیں مگر ہر ایک ان میں سے بعض کو نادر طور پر کبھی کبھی کسی کسی زمانہ میں خاص خاص طاقتیں یا کسی اعلیٰ درجہ کی قوتیں عطا ہوتی ہیں جو عام طور پر دوسروں میں نہیں پائی جاتیں جیسے مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے حال کے زمانہ میں تین سو برس سے زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خارق عادت ہی اور بعض کی موت حافظہ یا قوت نظر ایسے کمال درجہ کو پہنچی ہے جو اسکی نظر نہیں پائی گئی اور اس قسم کے لوگ بہت نادر الوجود ہوتے ہیں جو صدہا یا ہزاروں برسوں کے بعد کوئی فرد ان میں سے ظہور میں آتا ہے اور چونکہ عوام الناس کی نظر اکثر امور کثیر الوقوع اور متواتر الظہور سے ہوا کرتی ہے اور یہی ہوتا ہے کہ عام لوگوں کی نگاہ میں جو باتیں کثیر الوقوع اور متواتر



الطہور ہوں وہ بطور قاعدہ یا قانون قدرت کے مان جاتی ہیں اور انہیں کی سچائی پر انہماک ہوتا ہے اس لیے دوسرے امور جو نا دور الوقوع ہوتے ہیں وہ بمقابلہ امور کثیر الوقوع کے نہایت مضحل اور مشتتبہ بلکہ باطل کے رنگ میں دیکھا جاتی دیتے ہیں اس وجہ سے عوام کیا بلکہ خواص کو بھی ان کے وجود میں شکوک اور شبہات پیدا ہو جاتے ہیں سو بڑی غلطی جو حکما کو پیش آتی ہے اور بڑی بیماریاں ہونے لگتی ہیں جو ان کو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے یہ ہو کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نا دور الوقوع کی تحقیق کے درپے نہیں ہوتے اور جو کچھ ان کے آٹا چلے آتے ہیں انکو صرف تصور اور کہانیاں خیال کر کے اپنے سر پر سے ٹال دیتے ہیں حالانکہ یہ قدم سے عادت امر ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نا دور الوقوع عجائبات بھی کہی کہی ظہور میں آتے رہتے رہتے ہیں اسکی نظیر بہت ہیں جنکا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم بقصر نے اپنی ایک طبی کتاب میں چند چشم دید بیماریوں کا بھی حال لکھا ہے جو قوا عدلیہ اور تجربہ طببا کی رو سے ہرگز قابل علاج نہیں تھی مگر ان بیماریوں نے عجیب طور پر شفا پائی جسکی نسبت انکا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نا دور تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے۔ اس جگہ ہم اس قدر اور کہنا چاہتے ہیں کہ یہ بات صرف نوع انسان میں محدود نہیں کہ کثیر الوقوع اور نا دور الوقوع خواص کا اس میں سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کر کے دیکھیں تو یہ دوسرا سلسلہ ہر ایک نوع میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً نباتات میں سے اک کے درخت کو دیکھو کہ کیسا تلخ اور زہریلاک ہوتا ہے مگر کبھی بد لون اور برسوں کے بعد ایک مستم کی نبات اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیرین اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بے شک وہ اس نبات کو ایسا طبیعی کی نقیض سمجھے گا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزوں میں بھی دور دور از عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نا دور طور میں آ جاتا ہے۔ پھر اس مقدمہ کو ختم کرنے کے بعد اصل اعتراض مخالفین کا کہ عجزہ شق القمر قانون قدرت کے مخالف ہے اور تاہم یہ دعوات ہیں اس پر شہادت پائی نہیں جاتی۔ یہاں عقلی جواب دیا ہے اور بحوالہ مقدمہ



اس کا قانون قدرت کے مخالفت نہ ہونا ثابت کیا ہے اس کے بعد اسپر تار یعنی شہادت کا ثبوت دیا اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے عام اور علانیہ طور پر یہ دعویٰ مشہور کر دیا تھا کہ میرے ہاتھ پر معجزہ شوق القدر وقوع میں آ گیا ہے اور کفار نے اس کو بچشم حوزہ دیکھ ہی لیا ہے مگر اس کو جادو قرار دیا ہے اس دعویٰ میں سچے نہیں تھے تو پھر کیوں مخالفین آنحضرت جو اسی زمانہ میں تھے جن کو یہ خبریں گویا نقارہ کی آواز سے پہنچ چکی تھیں جب رہے اور کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مواخذہ نہ کیا کہ آپ نے کب چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور کب ہم نے اس کو جادو کہا اور اس کو قبول سے موافقہ پہنچا اور کیوں اپنے مرتے دم تک خاموشی اختیار کی اور سو نہ بند رکھا یہاں تک اس عالم سے گزر گئے کیا انکی یہ خاموشی جو ان کی مخالفانہ حالت اور جو شش مقابلہ کے بالکل برخلاف تھی اس بات کا یقین نہیں دلائی کہ کوئی ایسی سخت روک تھام تھی جسکی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتے تھے مگر بجز ظہور سچائی کے اور کون سی روک تھام تھی یہ معجزہ مکہ میں ظہور میں آتا تھا۔ اور مسلمان ابھی بہت کمزور اور غریب اور عاجز تھے پھر تعجب یہ کہ انکے بیٹوں یا پوتوں نے بھی انکار میں کچھ زبان کشائی نہ کی حالانکہ اوپر وجہ دلایا تھا کہ اتنا بڑا دعویٰ اگر افتراء محض تھا اور صد ہا کوسوں میں مشہور ہو گیا تھا اس کے رد میں کتابین لکھتے اور دنیا میں شائع اور مشہور کرتے اور جب کہ لاکھوں آدمیوں عیسائیوں عربوں یہودیوں مجوسیوں وغیرہ میں سرور و گلہنے کی کسی گوجرأت نہ ہوئی اور جو لوگ مسلمان تھے وہ علانیہ ہزاروں آدمیوں کی رو برو چشم دید گواہی دیتے رہے جنکی شہادتیں آج تک اس زمانہ کی کتابوں میں سدرج بائی جانی ہیں تو یہ صریح دلیل اس بات پر ہے کہ مخالفین ضرور شوق القدر شاہدہ کر چکے تھے اور رد لکھنے کے لیے کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور یہی بات تھی جس نے انکو منکرانہ شعور و غوغا سے چپ رکھا تھا سو جب کہ اسی زمانہ میں کثرت مخلصیت میں شوق القدر معجزہ شیعہ باگیا مگر ان لوگوں نے غلبت زدہ ہو کر اس کے مقابلہ پر دم



یہی نہ مارا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے مخالفین اسلام کا چپ رہنا شق القمر کے ثبوت کی دلیل ہے نہ کہ اس کے ابطال کی کیونکہ اس بات کا جواب مخالفین اسلام کے پاس کوئی نہیں کہ جس دعویٰ کا رد انہیں ضرور لکھنا چاہیے تھا اور انہوں نے کیوں نہیں لکھا انحضرت کوئی معمولی درویش یا گوشہ نشین نہیں تھے تاہم عذر پیش کیا جائے کہ ایک فقیر مسلح مشرب جس نے دوسرے مذہب پر کچھ حملہ نہیں کیا چشم پوشی کے لائق تھا بلکہ آن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عام مخالفین کا جہنمی ہونا بیان کرتے تھے اس صورت میں مطلق طور پر جو شخص پیدا ہونے کے موجدیات موجود تھے۔ ماسوا کے یہ بھی کچھ ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ شق القمر پر جب سیکنڈ سے کچھ زیادہ نہیں تھا ہر ایک ولایت کے لوگ اطلاع پا جاتے کیونکہ مختلف ملکوں میں دن رات کا قدرتی تفاوت اور کسی جگہ مطلع ناصات اور پر غبار ہونا اور کسی جگہ ابر ہونا ایسا ہی کبھی اور ایک موجدیات عدم رویت ہو جاتے ہیں۔ اور نیز بالطبع انسان کی طبیعت اور عادت اس کے برعکس واقع ہوئی ہے کہ سرد وقت آسمان کی طرف نظر لگائی جاسکے بالخصوص رات کے وقت جو سونے اور آرام کرنا اور بعض موسموں میں اندیشہ ہے کا وقت ہے ایسا التزام بہت بعید ہے۔

پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ شق القمر کے واقعہ پر ہندوؤں کی سنہرے کتابوں میں بھی شہادت پائی جاتی ہے مہا بہار رت کو دہرم پر ہیں پاس جی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھیل گیا تھا اور وہ اس شق القمر کو اپنے بے ثبوت خیال سے پسوا مٹر کا معجزہ قرار دیتے ہیں لیکن پڑت دیانند صاحب کی شہادت اور یورپ کے محققوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ مہا بہار رت و عینہ پڑ ان کچھ قدیم اور پڑاے نہیں ہیں بلکہ بعض پرائون کی تالیف کو تو صرف آٹھ سو اور نو سو برس پہلے ہے اب قرین قیاس



ہے کہ مہا بہار تہہ یا اسکا واقعہ بعد شادہ واقعہ شوق القمر جو معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا لکھا گیا اور سبوا متر کا نام صرف بیجا طور کی تعریف پر دیا گیا کہ قدیم سے ہندوؤں کی انجی بزرگوں کی نسبت عادت ہو ورج کیا گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت ہندوؤں میں مولف تاریخ و منشیہ کی وقت میں بھی بہت کچھ پہلی ہوئی تھی کیونکہ اس نے اپنی کتاب کے مقالہ بار دوم میں ہندوؤں سے یہ شہرت یافتہ نقل لے کر بیان کی ہے کہ شہر دھار کہ جو مقلد ریائے پہنیل صوبہ مالوہ میں واقع ہے اب اسکو شاید دھار انگری کہتے ہیں وہاں کاراجہ اپنے محل کی چہت پر بیٹھا تھا ایک بارگی اوس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اور بعد تفتیش اس راجہ پر کھل گیا کہ یہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے تب وہ مسلمان ہو گیا اس ملک کے لوگ اوس کے اسلام کی وجہ سے بیان کرتے تھے اور سرگردو فراج کے ہندوؤں میں یہ ایک واقعہ مشہور تھا جس بنا پر ایک محقق مولف نے اپنی کتاب میں لکھا۔ تہر حال جب اریہ دیس کے راجوں تک یہ خبر شہرت پا چکی ہے اور اریہ صاحبوں کے مہا بہار تہہ میں درج بھی ہو گئی اور پٹت و یا نند صاحب پرانوں کے زمانہ کو داخل زمانہ نبوی سمجھتے ہیں اور قانون قدرت کی حقیقت بھی کھل چکی تو اگر اب بھی لالہ مرید پر صاحب کو شوق القمر میں کچھ مائل باقی ہو تو انکی سمجھ پر پچھلے بڑے بڑے ہندوس میں گئے۔

پہر صفحہ ۸۴ اریہ کے اصول تناسخ پر دل بست بحث کی ہے پھر صفحہ ۹۱ سے ۱۰۰ تک اریہ کے اصول اعتقادات اور وید کی تعلیمات کے صحیح نہ ہونے پر بحث کی ہے جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہے

جو صاحب ان مباحث کو حظ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اصل کتاب قیمتی عصم خباب مصنف کے جو قادیان ضلع گورداسپور میں مقیم ہیں طلب فرما کر ملاحظہ فرمادیں۔ اور جمہیت و حمايت اسلام تو ایسی ہے کہ ایک ایک مسلمان اس کتاب کے دس



دس مین میں سنو حزیہ کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔ آہین ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصول اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی برائی زیادہ شیوع پائیگی۔ اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہوگی۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سو دوسری تصانیف مرزا صاحب السراج منیر وغیرہ کے جلد چہینہ اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔

بہت سنا ہے کہ ہفت تک سراج منیر کا طبع ہونا عدم موجودگی مرزا کے سبب غیر المتوار میں ہے اور اس کے مصارف طبع کے لیے آمد قیمت سرمہ چشم آریہ کا انتظار ہے۔ کچھ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لیے وقت اور فدا ہو رہا ہے پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام خیالوں کو یہ خیال ہوگا کہ مرزا صاحب اپنے دس ہزار روپیہ کی جائداد جسکو انہوں نے مخالفین اسلام کو مقابلہ پر الغامہ دینے کے لیے رکھا ہوا ہے فروخت کر کے صرف کر لیں تو پیچھا کر وہ انکو مالی مدد دینگے ان کا واقعی یہی خیال ہے تو ان کا حال اور بھی ہنسوس کے لائق ہے۔ اس ہنسوس پر بھی انکا یہی حال رہا اور انہوں نے بہت جلد سرمہ چشم آریہ کو ماتہ بڑا ماتہ اٹھا کر مصارف طبع سراج منیر کے لیے روپیہ مہیا نہ کر دیا تو ہم کو ان کے حال پر ہنسو بہانا پڑے گا۔ اے خدا تعالیٰ تو ایسا نہ کر مسلمانوں کو دل بہت سماحت بہر دی عطا فرما آمین ثم آمین۔